سلسلہ جو نظام بھی قائم کرتا ہے اس کی پابندی کو اپنی خوش قسمتی سمجھو کہ تمام برکت اسی میں ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸؍نومبر ۱۹۶۶ء بمقام محمد آباد۔ سندھ)

☆ بے نام شکایات میں پھاڑ کر پھینک دیا کرتا ہوں۔

☆ خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن کر اپنی دینی ذمہ داریاں پورا کرو۔

☆ خلیفہ وقت کے دل میں آپ کیلئے بے انتہا ہمدردی اور محبت ہوتی ہے۔

☆ خلیفہ خدا تعالیٰ کی اعجازی قوت کا مظہر ہوتا ہے دُنیا کی کوئی طاقت اسے مرعوب نہیں کر سکتی۔

☆ جو خدا کے در کا فقیر ہو گیا اس سے زیادہ معزز اور کون ہو سکتا ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

جس وقت میں نے ارادہ کیا کہ آپ دوستوں سے ملنے اور زمینوں کا انتظام وغیرہ دیکھنے کے لئے سندھ کا دورہ کروں تو منتظمین نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ کم از کم بیس پچیس دن اس دورہ کے لئے رکھنے چاہئیں۔ لیکن چونکہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے میں زیادہ وقت نہیں دے سکتا تھا اور یہ بھی خواہش تھی کہ یہ دورہ ملتوی نہ ہو۔ اس لئے میں نے اس موسم میں سندھ کی زمینوں کو دیکھنے کے لئے مختصر سا دورہ کرنا ہی مناسب سمجھا۔ یہاں آ کر مجھے یہ احساس اور بھی شدت سے ہوا کہ میں نے یہاں کے لئے بہت کم وقت دیا ہے۔ اور اسی وجہ سے میں نے بہت سے لوگوں کو جو اپنی ضرورتوں اور شکائتوں کے لئے مجھ سے ملنا چاہتے تھے اور مفصل گفتگو کر کے اپنے دل کی تسلی کرنا چاہتے تھے اتنا وقت نہیں دیا جتنا دینا چاہئے تھا اس لئے فرداً فرداً تفصیلی گفتگو خدا تعالیٰ نے چاہا تو آئندہ دورہ پر ہی ہوگی۔ اس وقت میں بعض اصولی باتیں دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

ہماری ان اسٹیٹس کی آبادیاں اور جماعتیں اور یہاں کے احمدی باشندے ان سب کی حیثیت بعض پہلوؤں سے ان جماعتوں سے مختلف ہے جو کہ دنیا بھر کے مختلف ملکوں میں اور مختلف مقامات پر قائم ہیں۔ مثلاً یہاں جو ہماری زمینیں اور مختلف فارم ہیں۔ ان کے کاموں کے چلانے کا ایک انتظام ہے۔ اور یہ انتظام نظام جماعت سے مختلف ہے۔ کچھ مخلص واقفین نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور اپنی زندگیوں کو پیش کیا۔ اور آپ نے ان کو یہاں کی زمینیں سنبھالنے کے لئے مقرر کر دیا۔ بعض کو مینجر بنایا، بعض کو منشی اور بعض کو اکاؤنٹنٹ اور بعض کے سپرد دوسرے کام کئے۔ کچھ لوگ بطور مزارع نہ صرف زمین میں ہل چلانے اور اس سے فائدہ اُٹھانے کے لئے یہاں آباد ہوئے بلکہ ان کی نیت یہ بھی تھی کہ اگر ہم جماعت کی زمینوں پر کام کریں گے تو ہمیں دنیوی فائدہ بھی ہوگا اور روحانی فائدہ بھی اور روحانی طور

پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ہم وارث بنیں گے۔ایسے لوگ اپنی اپنی نیت اور اخلاص اور عمل کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں گے (اللہ تعالیٰ سب کا انجام بخیر کرے)

پھر زمینوں کا جو انتظام ہے اس میں جیسا کہ میں نے کہا ہے کوئی تو مینجر ہے، کوئی منشی ہے، کوئی اکاؤنٹنٹ ہے۔کوئی دوسرے کام کر رہا ہے اور پھر کچھ احمدی بحیثیت ہاری اور مزدور کام کر رہے ہیں۔

جہاں تک منتظمین کا تعلق ہے وہ بھی انسان ہیں اسی طرح جس طرح کہ یہاں بسنے والے ہاری اور مزدور انسان ہیں۔اور ہر دو کے لئے غلطی کے ارتکاب کا ایک جیسا امکان ہے۔جس طرح ہاری غلطی کر سکتا ہے۔اسی طرح منتظم اور افسر بھی غلطی کر سکتا ہے۔افسران مقامی کی غلطیوں کی اصلاح کے لئے ان کے اوپر مرکزی نظام ہے مگر بوجہ دور ہونے کے پوری تفصیل مرکز کے سامنے نہیں جا سکتی۔اس لئے گاہے گاہے وہاں سے اعلیٰ افسر یہاں آتے رہتے ہیں۔اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی دستور تھا۔کہ آپ سال میں ایک یا دو بار ان زمینوں کا دورہ کرتے تھے۔اور تمام حالات کا جائزہ لیتے تھے۔جہاں غلطی دیکھتے تھے اس کی اصلاح فرما دیتے تھے۔

دوست یاد رکھیں کہ غلطی کی اصلاح کے لئے ایک مناسب طریق ہے جو اسلام نے ہمیں بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ شکایت کرنے والا اپنا نام چھپائے نہیں۔بغیر نام کے جو شکایت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آتی تھی وہ پھاڑ کر پھینک دی جاتی تھی۔جو بے نام شکایت میرے پاس آتی ہے میں بھی پھاڑ کر پھینک دیا کرتا ہوں۔

اس سفر کے دوران بھی بعض شکائتیں بے نام آئی ہیں۔میں نے انہیں پھاڑا اور پھینک دیا۔کیونکہ جب تک کوئی شخص جرأت کے ساتھ اپنا نام نہیں لکھتا بلکہ بزدلی دکھاتے ہوئے اپنے نام کو چھپاتا ہے۔اس کی شکایت قابل اعتناء نہیں ہوتی۔

اسی طرح یہ لکھ دینا کہ ہم تمام مزارعین ناصر آباد یا محمود آباد یا فلاں نگر یہ بات کرتے ہیں یہ بھی غلط طریق ہے۔یہ ضروری ہے کہ جو آدمی شکایت کرے یا شکایت کریں وہ اپنا نام بھی لکھے یا لکھیں۔دوسرے یہ کہ جو کچھ لکھا جائے وہ صحیح اور درست ہو۔

اسی سفر میں ایک دوست نے ناصر آباد میں میرے پاس ایک شکایت کی اور بظاہر دو اور آدمیوں کے بھی دستخط کرائے یا انگوٹھے لگوائے ان میں سے جب ایک دوست کو پوچھا گیا کہ آپ کو کیا شکایت پیدا

ہوئی تو انہوں نے کہا کہ مجھے یہ بھی علم نہیں کہ کسی شخص نے کوئی شکایت لکھی ہے اور میری طرف سے خواہ مخواہ انگوٹھا لگا دیا ہے۔

تو اگر اس قسم کی غلط بات ابتدائی تحقیق میں ہی ہمارے سامنے آ جائے تو ہم شکایت پر غور ہی نہیں کرتے کیونکہ شکایت کنندہ نے خود ہی ایک غلط بات لکھ کر اپنے خلاف فیصلہ کرا دیا۔

اس کے برعکس میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بعض لوگ اتنی صفائی اور تفصیل سے بات لکھتے ہیں کہ جو ان کی غلطی ہو اسے بھی سامنے لے آتے ہیں اور ان کے خیال میں جو دوسرے کی غلطی ہو وہ بھی بغیر کسی پیچ، بغیر کسی مبالغہ اور بغیر کسی خلاف واقع بات بیان کرنے کے سامنے رکھ دیتے ہیں بڑی آسانی رہتی ہے۔اس پیش کردہ مفصل معاملہ سے انسان فوراً صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے اور اس کی شکایت بھی دور ہو جاتی ہے۔اگر واقع میں کوئی شکایت ہو بھی اور تحقیق کرنے والے افسر کو بھی وقت ضائع نہیں کرنا پڑتا اور نہ ہی پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے۔

لوگ جانتے ہیں کہ قادیان کے زمانہ میں ایک لمبے عرصہ تک میں مجلس خدام الاحمدیہ کا صدر بھی رہا ہوں اور جو اس قسم کے منتظم ہوتے ہیں ان کے خلاف شکایات پیدا ہو جانا عام بات ہے ہزاروں ہزار آدمی سے واسطہ پڑتا ہے۔کبھی انسان غلطی کرتا ہے کبھی شکایت کرنے والا غلطی کر رہا ہوتا ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ ایک دوست خدام میں سے میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے جو فیصلہ میرے خلاف کیا ہے درست نہیں ہے اور میں آپ کے فیصلہ کے خلاف حضرت مصلح موعود (رضی اللہ عنہ) کے پاس اپیل کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے انہیں کہا کہ خدام الاحمدیہ کے قواعد کی رو سے آپ صدر مجلس خدام الاحمدیہ کے فیصلہ کے خلاف خلیفہ وقت کے حضور اپیل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اپیل ایک قانونی حق ہے۔جب قانون وہ حق دے تو کسی کو ملتا ہے۔اور اگر قانون وہ حق نہ دے تو اسے نہیں ملتا۔خدام الاحمدیہ کے متعلق جو قواعد حضرت مصلح موعودؓ نے منظور کئے ہوئے ہیں ان میں حضور نے خدام کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ صدر مجلس کے فیصلہ کے خلاف خلیفہ وقت کے پاس اپیل کریں۔لیکن میں نے ان کو خود بتایا کہ خلیفہ وقت کا دروازہ شکایت کے لئے ہر وقت کھلا ہے۔آپ اپیل تو نہیں کر سکتے کیونکہ قانونی چیز ہے لیکن آپ میرے فیصلہ کے خلاف شکایت کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا میں سوچوں گا لیکن ابھی میرا جی شکایت کرنے کو نہیں چاہتا۔ ہاں اگر اپیل کرنے کا حق ہوتا تو میں اپیل کر ڈالتا۔

لیکن بعد میں انہوں نے سوچ کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ شکایت کریں گے۔ ہزار ہا واقعات گزرے ہیں ان میں سے یہ واقعہ مجھے اس لئے یاد رہا ہے کہ اس کا میری طبیعت پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے حضور رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جو شکایت لکھی اس میں انہوں نے کوئی بات نہیں چھپائی۔ نہ اپنے متعلق نہ ہمارے متعلق۔ سارے واقعات کی پوری تصویر انہوں نے حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس پر حضرت صاحب (رضی اللہ عنہ) کا یہ نوٹ انہیں واپس ملا ’’کہ ان حالات میں صدر مجلس تمہارے خلاف یہ فیصلہ نہ کرتا تو اور کیا ہوتا؟‘‘

اس سے ان کو بھی تسلی ہوگئی۔ اگر وہ حضرت صاحب کو مختصر سی یا مشتبہ سی یا غلط رپورٹ دیتے تو حضور (رضی اللہ عنہ) اس کے متعلق ہم سے رپورٹیں لیتے اس طرح حضور کا وقت بھی ضائع ہوتا۔ مگر اس نوجوان نے نہایت دیانت داری کے ساتھ سارے کے سارے صحیح حالات بیان کر دئے۔ اور جب اس کی شکایت پر وہ نوٹ آیا تو اس کو تسلی ہوگئی۔ کیونکہ خلیفہ وقت کے فیصلے سے ننانوے ہزار نو سو ننانوے آدمیوں کو تسلی ہو جاتی ہے۔ البتہ جس کے اندر ایمان کی کمزوری ہو اسے تسلی نہیں ہوتی۔ بڑی بھاری اکثریت الٰہی سلسلوں کی ایسی ہوتی ہے کہ ان کو سمجھ آئے یا نہ آئے خلیفہ وقت کے فیصلہ پر ان کے دل تسلی پا جاتے ہیں۔

تو شکایت کا راستہ ہمیشہ کھلا ہے آپ اپنا نام لکھیں اور صحیح واقعات لکھیں، غلط واقعات نہ لکھیں۔ اگر آپ اس طرح کریں گے تو آپ کی شکایت دور ہو جائے گی۔ لیکن اگر آپ آدھی بات صحیح لکھیں گے اور آدھی بات غلط لکھیں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جس نے غلطی کی اس کے خلاف بھی تعزیری کارروائی کی جائے گی اور آپ کے خلاف بھی کی جائے گی کہ کیوں غلط بیانی سے کام لیا اور پھر خلیفہ وقت کے سامنے!!!

سو شکایت کا دروازہ کھلا ہے اور جب تک خلافت راشدہ قائم ہے یہ دروازہ کھلا رہے گا۔ اس سلسلہ میں اگر بعض افسر اس چیز کو برا مناتے ہیں تو میں انہیں نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ قطعاً اسے برا نہ منائیں کیونکہ اگر آپ نے یہ دروازہ بند کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا آپ نے لوگوں کے دلوں کی تسلی اور اطمینان کا دروازہ بند کر دیا۔

’’شکایت‘‘ کے لئے کسی پراپر چینل (Proper Channel) یعنی افسروں کی وساطت سے جانا بھی ضروری نہیں ہے۔ اپیل کے لئے یہ ضروری ہے کیونکہ وہ قانونی چیز ہے۔ قانون یہ کہتا ہے کہ اگر افسر کے

خلاف اپیل کرنی ہو تو اس افسر کی وساطت سے لکھوتا کہ وہ اپنا نوٹ بھی دے دے۔ لیکن جس نے شکایت کرنی ہو اس کے لئے ایسا کرنا ضروری نہیں ہے۔ سیدھا راستہ کھلا ہے وہ شکایت کے لئے ہر وقت خلیفہ وقت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ میری یہ شکایت ہے اسے دور کیا جائے۔

تو اگر کوئی شخص شکایت کرتا ہے تو افسران اور عہدیداران کو برا نہیں منانا چاہئے۔ بلکہ ایک لحاظ سے خوش ہونا چاہئے کہ بجائے اس کے کہ لوگ اِدھر اُدھر باتیں کریں معاملہ اوپر چلا گیا ہے۔ اس طرح ان کی اپنی پوزیشن واضح ہو جائے گی۔ شکایت عموماً غلط بیانی پر مبنی نہیں ہوتیں بلکہ غلط فہمی پر مبنی ہوتی ہیں۔

اس لئے میں عہدیداروں کو کہتا ہوں کہ ایسی شکایتوں کو برا منا کر خفگی کا اظہار نہ کیا کریں۔

دوسرے میں عہدیداروں اور افسروں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی ہاری یا مزدور کو کسی قسم کی شکایت ہو اور آپ سمجھتے ہوں کہ وہ شکایت غلط ہے تو آپ اسے بلا کر سمجھائیں اور بتائیں کہ واقعہ دراصل یہ ہے۔ تو عام طور پر اس کی تسلی ہو جائے گی۔ ہمارے زمینداروں میں سے ایک حصہ ان پڑھ ہے وہ لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ وہ کچھ سوچتا ہے، کچھ سنتا ہے اور پھر اس کا غلط نتیجہ نکالتا ہے۔ ہاریوں کا یہاں حساب کتاب تو رہتا ہے اگر رجسٹر سامنے رکھ کر آرام سے، تحمل سے، پیار سے اس کو سمجھایا جائے کہ تم جو خیال کر رہے ہو وہ صحیح نہیں۔ دراصل حالات یہ ہیں ہم نے اس طرح کیا ہے۔ تمہاری کوئی حق تلفی نہیں ہوئی تو سو میں سے ننانوے آدمی سمجھ جائیں گے۔ ممکن ہے بعض بدظنی کریں اور شکایت اوپر لے جائیں لیکن سو میں سے ننانوے آدمی سمجھ جائیں گے۔

پس ایک تو زمینیں سنبھالنے کا نظام ہے اس کے متعلق میں نے کچھ باتیں مختصراً بیان کر دی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے زندگی دی اور توفیق بخشی تو اگلے دورے کے لئے لمبا وقت رکھیں گے اس طرح زیادہ افراد کی شکایات سنی جاسکیں گی اور ان کی تکالیف کا ازالہ بھی کیا جا سکے گا۔ اس دورہ میں زیادہ لوگوں سے الگ الگ نہیں مل سکا۔ عموماً بیس بیس، تیس تیس، چالیس چالیس، پچاس پچاس لوگ اکٹھے ملتے رہے جس کی وجہ سے وہ لوگ جن کو کوئی تکلیف یا اُلجھن یا کوئی پریشانی تھی مثلاً بچوں کی پڑھائی کے سلسلہ میں، یا اپنی شادی کے سلسلہ میں یا زمینوں کے سلسلہ میں وہ بیان نہیں کر سکا اور نہ تنہائی میں اپنے نجی معاملہ کے لئے دعا کے لئے کہہ سکا۔

یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ دعا کے متعلق آپ میں سے کسی شخص کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ

اللہ تعالیٰ بندہ کی ہر دعا ضرور قبول کرتا ہے وہ تو قادر مطلق ہستی ہے۔ جب چاہتا ہے اپنی منواتا ہے اور جب اپنا احسان اور فضل کرنا چاہتا ہے تو پھر اپنے ایک عاجز نحیف اور بے بس بندے کی التجا قبول کرتا اور دعا کو سنتا ہے اور اس طرح اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے۔ کبھی کسی شخص کے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ میں یا کوئی اور شخص اپنی ہر ایک بات خدا تعالیٰ سے منوالے گا۔ (نعوذ باللّٰہ من ذالک) خدا ہمارا خادم تو نہیں ہے وہ تو ہمارا آقا ہے۔ ساری قدرتیں اسے ہی حاصل ہیں اور اپنے جلال اور قدرتوں کے اظہار کے لئے اس نے یہ طریق رکھا ہے کہ بعض دفعہ تم ساری عمر دعائیں کرتے رہو۔ آخری وقت تک وہ کہتا ہے کہ میں نہیں سنتا۔ کون ہے جو زبردستی اسے منوا سکے؟ اور جب فضل کرنے پر آتا ہے تو سر کے اشارے کو بھی دعا سمجھ لیتا ہے اور قبول کر لیتا ہے۔ ہماری زندگی میں بہت سے ایسے واقعات گزرے ہیں کہ منہ سے لفظ نہیں نکلا صرف اشارہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس وقت اس بندے کی دعا اسی طرح قبول کر لو۔ ۱۹۵۴ء کی بات ہے۔ جب میں کالج بنوا رہا تھا تو ہمارا ایک بہت بڑا لینٹل پڑ رہا تھا اور سَو ڈیڑھ سَو سیمنٹ کی بوری ریت اور بجری میں ملی ہوئی ساتھ کی چھت پر پڑی تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ شمال کی طرف سے کالا بادل اُٹھا ہے۔ اگر وہ برس جائے تو سَو ڈیڑھ سَو بوری جماعت احمدیہ کا نقصان ہوتا ہے اس وقت میرے دل میں تحریک ہوئی (ایسی تحریک بھی دراصل خدا تعالیٰ ہی کرتا ہے) کہ اگر بادل برسے تو میرا ذاتی نقصان تو نہ ہوگا اگر ہوگا تو خدا تعالیٰ کی جماعت کا ہوگا اس لئے اس وقت بادلوں کو کہنا چاہئے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ میں نے سر اُٹھایا اس وقت بہت سے آدمی موجود تھے اس لئے میں نے منہ سے کوئی بات نہیں نکالی صرف سر سے ہلکا سا اشارہ کیا ’’بادلو! ایک طرف ہٹ جاؤ‘‘۔ ساتھ ہی اپنا کام بھی کرتے رہے۔ ہم سے نصف میل کے فاصلہ پر بڑی تیز بارش ہوئی اور سارا دن بادل منڈلاتے رہے لیکن ہمارے ہاں بارش نہیں ہوئی۔

تو جب خدا تعالیٰ ماننے پر آتا ہے تو اس طرح بھی مان لیتا ہے اور کبھی ساری عمر ایک دعا کرتے رہو وہ نہیں مانتا۔ اس پر کسی کا زور تو نہیں ہے۔ جب مانتا ہے تب بھی اپنی قدرت کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ جب نہیں مانتا تب بھی اپنے جلال کا مظاہرہ کر رہا ہوتا ہے۔ کبھی دعا سن کر امتحان لیتا ہے۔ کبھی نہ سن کر آزمائش کرتا ہے۔ خادم خادم ہی ہے اور آقا آقا ہی ہے۔ اگر مانے تو اس کا احسان اگر نہ مانے تب بھی ہم خادم اس دروازہ سے بھاگ کر کہاں جائیں گے۔

میں بتا رہا تھا کہ توجہ کے ساتھ بات سننے سے صرف اس بات کا اظہار کرنے سے کہ ہمارے دلوں میں تمہاری ہمدردی ہے۔ جہاں تک ہمارے بس میں ہوا، جہاں تک قانون نے ہمیں اجازت دی۔ جہاں تک یہ سوال ہوا کہ ہمارے سلسلے کو کوئی نقصان پہنچے گا ہم ہر طرح تمہاری خدمت کرنے کے لئے، تمہارا خیال رکھنے کے لئے، تمہاری تکلیف دور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہر ہاری اتنی بشاشت سے رہے گا کہ آپ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

لیکن جو لوگ مزارع اور کام کرنے والے ہیں میں ان سے بھی کہوں گا کہ اگر تو آپ نے گندم بو کر گندم ہی لینی ہے تو دنیا میں اور بہت سی زمینیں پڑی ہوئی ہیں آپ وہاں جا کر گندم بوئیں اور زمینیں آباد کر لیں۔ لیکن اگر آپ نے گندم بو کر صرف گندم ہی نہیں کاٹنی ہے بلکہ گندم کے ساتھ ساتھ خدا کے فضلوں کو بھی سمیٹنا ہے اور اپنے ''کوٹھوں'' کو گندم کے ساتھ ساتھ خدا کے فضلوں سے بھی بھرنا ہے تو پھر آپ کی ذمہ داریاں عام ہاریوں سے زیادہ ہیں۔ آپ کو زیادہ دیانتداری سے، آپ کو زیادہ محبت سے، آپ کو زیادہ شوق سے کام کرتے ہوئے۔ زیادہ دعاؤں سے کام لینا پڑے گا۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو احمدی ہاریوں اودوسرے ہاریوں میں کیا فرق رہے گا؟

پھر یہ جو فارم کا نظام ہے اس کے ساتھ دو اور نظام لگے ہوئے ہیں اور بعض دفعہ ان کا آپس میں تصادم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ تصادم نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔

ایک جماعتی نظام ہے یہاں امیر مقامی ہوتا ہے (اور بہت جگہ میں نے دیکھا ہے کہ فارم کا مینجر اور ہے اور جماعت کا پریذیڈنٹ یا امیر اور ہے) پھر ضلع کا امیر ہوتا ہے۔ پھر علاقہ کا امیر ہوتا ہے۔

بعض دفعہ ضلع یا علاقہ کا امیر یہ خیال کرتا ہے کہ چونکہ میں ضلع کا امیر ہوں اور یہ احمدیوں یا جماعت کی فارمیں ہیں اس لئے میرا حق ہے کہ میں ان میں دخل دوں حالانکہ اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ فارم کے انتظام میں دخل دے، تعلق ہی کوئی نہیں ہے، امیر مقامی یا امیر ضلع یا امیر علاقائی کا کہ وہ فارم کے کاموں میں دخل دیں۔ اس کی ساری ذمہ داری مینیجر پر، یا اگر اس کے اوپر ایجنٹ ہے تو ان پر ہے اور مرکز کے سامنے وہی جوابدہ ہیں امیر ضلع یا امیر علاقائی جواب دہ نہیں۔

دوسری طرف بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ فارم کا مینجر یا ایجنٹ سمجھتا ہے کہ میں واقف زندگی ہوں اور میں نے ساری عمر سلسلہ کے لئے وقف کی ہوئی ہے اور اس لئے میں جماعتی نظام سے بھی آزاد ہوں۔

کیونکہ میں خود مرکز کے سامنے جواب دہ ہوں۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ تم مرکز کے سامنے جواب دہ ہو لیکن جواب دہ ہو صرف ان کاموں کے متعلق جو فارم کی بہبود کے لئے کرتے ہو۔ جن چیزوں اور کاموں کا تعلق اسٹیٹ سے نہیں ہے بلکہ جماعتی نظام سے ہے۔ ان کے متعلق تم مرکز کے سامنے جواب دہ نہیں۔ جن چیزوں کا تعلق نظام جماعت سے ہے ایک واقف زندگی سے خواہ وہ مینجر ہو یا ایجنٹ، ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ جماعتی نظام کو دوسروں کی نسبت زیادہ بشاشت کے ساتھ قبول کرے گا اور باقی سب کے لئے نمونہ بنے گا۔

دونوں طرف سے غلطیاں ہو جاتی ہیں امیر ضلع یہ سمجھتا ہے کہ میں یہاں بھی دخل دے سکتا ہوں کیونکہ میں امیر ضلع ہوں اور جو مینجر یا ایجنٹ ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں انچارج ہوں اس سارے علاقے کا (فارم کا) اور جواب دہ ہوں مرکز کے سامنے اس لئے امیر ضلع کے سامنے جواب دہ نہیں۔ حالانکہ جماعتی کاموں کے متعلق اس کو بہرحال جماعتی نظام کے عہدیدار کے سامنے جواب دینا پڑیگا۔

تیسرا نظام وہ ہے جو اسٹیٹ کے نظام سے بھی مختلف ہے اور جماعتی نظام (جو امراء اور پریذیڈنٹوں والا نظام ہے) اس سے بھی مختلف ہے اور وہ ہے ہمارا اصلاح وارشاد کا نظام جو مربی کہیں جاتا ہے وہ کسی امیر کے ماتحت نہیں ہوتا ہے نہ کسی ایجنٹ کے ماتحت ہوتا ہے مربی نمائندہ ہے مرکز کا اور خلیفہ وقت کا۔ بہت سے امراء نے جو اپنے آپ کو دنیوی لحاظ سے زیادہ اثر ورسوخ والا اور مالدار سمجھتے ہیں بعض دفعہ مربیوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے جو نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے انہیں سختی سے ڈانٹا اور اصلاح کی تم اگر لاکھ روپیہ یا دو لاکھ یا پانچ لاکھ روپیہ سالانہ کماتے ہو تو اپنے گھر میں امیر ہوگے۔ مربی مرکز کا نمائندہ ہے تمہیں بہرحال اس کے سامنے جھکنا پڑے گا خواہ تم بڑی جماعت کے ہی امیر کیوں نہ ہو۔ مربی امراء سے آزاد ہے۔

مربیوں کے متعلق آپ کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ آپ ان کو زردہ یا پلاؤ یا دیگر قسم کے عمدہ کھانے کھلائیں، قطعاً نہیں۔ بلکہ میں اپنے مربیوں سے توقع رکھتا ہوں کہ سوائے اس کے وہ مجبور کر دیئے جائیں حتّی الوسع اس جیب خرچ یا سفر خرچ سے جو انہیں ملتا ہے اپنے کھانے کا خود انتظام کریں گے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض جماعتیں کھانے کے لئے مجبور کر دیتی ہیں۔ وقف عارضی کے متعلق بار بار سمجھایا گیا ہے لیکن پھر بھی واقفین عارضی لکھتے ہیں کہ جماعتیں بہت مجبور کرتی ہیں کہ ہم ان کا پیش کردہ کھانا ضرور کھائیں ورنہ ہمارا

ناک کٹ جائے گا۔ حالانکہ ہمارے واقفین عارضی کو بنیادی ہدایت یہی ہے کہ جہاں جاؤ ان کا کھانا نہ کھانا اپنے کھانے کا خود انتظام کرنا۔ اگر اس قسم کے حالات مربی کو پیش آئیں اور وہ مجبور ہو جائے تو جب تک ہم جماعت کی ذہنیت کو بدل نہ دیں ایسی مجبوری کے سامنے اسے سر جھکانا پڑے گا۔ لیکن مربی کے احترام اور عزت کے مقام کا بہر حال آپ کو خیال رکھنا پڑے گا۔

بعض جگہ مربی جاتا ہے تو وہاں کے دولت مند یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی ذلیل آدمی آ گیا ہے حالانکہ جس شخص نے اپنی زندگی خدا تعالیٰ کے لئے وقف کر رکھی ہو۔ جس شخص نے ایک لمبے عرصہ تک خدا کے دین کو سیکھا ہو تا بنی نوع انسان کو روحانی فائدہ پہنچا سکے اور جس نے بہت کم گزارے پر دین کے لئے زندگی گزارنے کا اپنے رب سے عہد کیا ہو۔ وہ شخص جب آپ کے پاس آتا ہے تو گویا ربّ العزۃ کے در کا غلام آتا ہے۔ سب عزتیں تو خدا کی ہیں اور جو خدا کے در کا فقیر بن گیا، اس سے زیادہ معزز اور کون ہو سکتا ہے۔ لیکن بعض پیسے والے دنیا دار، دنیا کی عزت رکھنے والے یا باعزت پیسے والے مثلاً ڈاکٹری ایک ایسا پیشہ ہے کہ بڑوں بڑوں کو اس وجہ سے ڈاکٹر کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔ وزیر اس کے واقف ہوتے ہیں ڈپٹی کمشنر واقف ہوتے ہیں اور اور بہت سے لوگ ان کے واقف ہوتے ہیں وغیرھم اگر یہ سمجھیں کہ ان کی عزت اتنی بڑی ہے کہ انہیں جماعت میں مربی سے زیادہ باعزت سمجھا جانا چاہئے اور انہیں مربی کو وہ عزت دینے اور اس کا احترام کرنے کی ضرورت نہیں جو اس کا حق ہے۔ تو اس سے زیادہ بیوقوفی کا مظاہرہ اور کیا ہو گا؟ کیونکہ عزت تو خدا کے در سے ملتی ہے اور جو خدا کا ہو گیا ساری عزتیں اس کی گود میں ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کون معزز ہو گا؟۔

تو یہ تین نظام مستقل طور پر چل رہے ہیں۔ چوکس رہنا چاہئے کہ کبھی ان میں تصادم نہ ہو۔ کیونکہ جب تصادم ہو گا تو کوئی نہ کوئی ضرور تکلیف اٹھائے گا۔ صدر انجمن احمدیہ کے پاس شکایت جائے گی یا امور عامہ کیس کو اپنے ہاتھ میں لے گا یا میرے پاس شکایت آئے گی تو مجھے تو کسی کا ڈر نہیں! میں تو خدا کی عظمت اور اس کے جلال کے قیام اور خدا کے قائم کردہ سلسلہ کی عزت کے قیام کے لئے ساری دنیا سے بھی نہیں ڈرتا۔ ایک یا دو آدمیوں کی تو بات ہی نہیں۔

میں چونکہ خطبہ کو مختصر کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے دوستوں سے ایک آخری بات کہہ دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ جتنے خلفاء راشدین ہوئے ہیں (یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد سے خلافت راشدہ شروع ہوئی۔ پھر

اس خلافت کے بعد کچھ اور لوگ آ گئے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پھر خلافت کا مضبوط نظام قائم فرمایا اور یہ نظام اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ جماعت اپنے آپ کو خدا کی نگاہ میں اس انعام کی مستحق ثابت کرتی جائے گی)۔ ان تمام خلفاء کے حالات کا مطالعہ کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ تمام خلفاء تذلل اور فروتنی اور عاجزی کی راہوں کو اختیار کرتے چلے آئے ہیں۔ میں نے بھی خدا کے حکم کے مطابق اس کی رضا کے لئے اور تمام خلفاء راشدین کی سنت کے مطابق عجز کی راہوں کو اختیار کیا ہے۔ میں آپ میں سے آپ کی طرح کا ہی ایک انسان ہوں اور آپ میں سے ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اتنا پیار پیدا کیا ہے کہ آپ لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ بعض دفعہ سجدہ میں میں جماعت کے لئے اور جماعت کے افراد کے لئے یوں دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! جن لوگوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں۔ ان کی مرادیں پوری کر دے، اے خدا! جو مجھے خط لکھنا چاہتے تھے لیکن کسی سستی کی وجہ سے نہیں لکھ سکے ان کی مرادیں بھی پوری کر دے اور اے خدا! جنہوں نے مجھے خط نہیں لکھا اور نہ انہیں خیال آیا ہے کہ دعا کے لئے خط لکھیں اگر انہیں کوئی تکلیف ہے۔ یا ان کی کوئی حاجت اور ضرورت ہے تو ان کی تکالیف کو بھی دور کر دے اور حاجتیں بھی پوری کر دے۔

لیکن بعض دفعہ بعض نادان فنا اور نیستی کے اس مقام کو کمزوری سمجھنے لگ جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی عاجزی کی راہ کو اختیار کیا حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد جو خلفاء اور مجدد ہوئے۔ انہوں نے بھی عجز کے اسی راستے کو اختیار کیا۔ تو بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص بڑا کمزور ہے کیونکہ یہ عاجزی اختیار کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کچھ ایسا جلوہ ظاہر ہوتا ہے وہ اپنے نفس کو بھی اور دنیا کی ساری مخلوق کو بھی مردہ سمجھتے ہیں نہ ہی اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہیں، نہ دنیا کو کچھ سمجھتے ہیں اور اس عجز کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی اعجازی قدرت کا مظہر بن جاتے ہیں گویا ایسے لوگوں کے لئے فنا اور نیستی کے مقام سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک چشمہ پھوٹتا ہے۔ اس لئے دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرعوب نہیں کر سکتی انہیں ساری دنیا کے مال بھی کوئی لالچ نہیں دے سکتے۔ جب خدا کا یا اس کے دین کا معاملہ ہو تو کسی دوسرے کے سامنے ان کا سر جھکا نہیں کرتا۔ ورنہ وہ تو ایک فقیر اور مسکین کے سامنے بھی جھک رہے ہوتے ہیں۔ اور عاجزی دکھا رہے ہوتے ہیں۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کے فعل اور قول کا اور خدا تعالیٰ کے نام اور اس کی عظمت کا دنیا اور دنیا داروں سے

تصادم ہو جائے۔ تو پھر دنیا ان کے پاؤں کی خاک بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ان کا مربی اور معلم ہوتا ہے۔ آپ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھیں۔

پس یا تو ہمارا یہ عقیدہ ہی غلط ہے کہ خلیفہ وقت ساری دنیا کا استاد ہے اور اگر یہ سچ ہے اور یقیناً یہی سچ ہے تو دنیا کے عالم اور دنیا کے فلاسفر شاگرد کی حیثیت سے ہی اس کے سامنے آئیں گے۔ استاد کی حیثیت سے اس کے سامنے نہیں آئیں گے۔

تو خلیفہ وقت کا انکسار اس کی عاجزی وفروتنی، اس کا تذلل یہی اس کا مقام ہے اور وہ اس ایمان اور یقین پر قائم ہوتا ہے کہ میں لاشئی ہوں۔ کچھ بھی نہیں ہوں۔ نہ علم ہے مجھ میں نہ فراست ہے مجھ میں، نہ ہی کوئی طاقت ہے مجھ میں، اگر کچھ ہے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ وہ جتنا علم دے جتنی طاقت دے جتنی فراست دے اس کی عطا ہے اور اسی کے جلال اور عظمت کے لئے خرچ کی جاتی ہے۔ کہیں بھی اس کا اپنا وجود نظر نہیں آتا۔ مٹی کے ذرّات ہوا میں بکھر جائیں تب بھی ان کا کچھ وجود ہوتا ہے۔ لیکن ایسے شخص کا وجود اتنا بھی باقی نہیں رہتا۔

تو میں آپ کو وضاحت کے ساتھ بتانا چاہتا ہوں کہ جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ آپ کا خلیفہ بنائے گا۔ اس کے دل میں آپ کے لئے بے انتہا محبت پیدا کر دے گا اور اس کو یہ توفیق دے گا کہ وہ آپ کے لئے اتنی دعائیں کرے کہ دعا کرنے والے ماں باپ نے بھی آپ کے لئے اتنی دعائیں نہ کی ہوں گی اور اس کو یہ بھی توفیق دے گا کہ آپ کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف وہ خود برداشت کرے اور بشاشت سے کرے اور آپ پر احسان جتائے بغیر کرے کیونکہ وہ خدا کا نوکر ہے آپ کا نوکر نہیں ہے اور خدا کا نوکر خدا کی رضا کے لئے ہی کام کرتا ہے۔ کسی پر احسان رکھنے کے لئے کام نہیں کرتا لیکن اس کا یہ حال اور اس کا یہ فعل اس بات کی علامت نہیں ہے کہ اس کے اندر کوئی کمزوری ہے اور آپ اس کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ کمزور نہیں، خدا کے لئے اس کی گردن اور کمر ضرور جھکی ہوئی ہے۔ لیکن خدا کی طاقت کے بل بوتے پر وہ کام کرتا ہے۔ ایک یا دو آدمیوں کا سوال ہی نہیں میں نے بتایا ہے کہ ساری دنیا بھی مقابلہ میں آ جائے تو اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے ابتداء میں جب عظیم فتنہ نے سر اٹھایا اور اس لشکر کے بھجوانے یا نہ بھجوانے کا سوال پیدا ہوا جو نبی اکرم ﷺ نے تیار کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مدینہ کی

گلیوں میں مسلمان بچوں اور عورتوں کی لاشیں کتے گھسیٹتے پھریں تو بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا حکم ضرور جاری ہوگا۔

انہوں نے ایسا اس لئے کہا اور اس لئے کیا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا ایسا جلوہ ظاہر ہو چکا تھا کہ ساری دنیا ان کے لئے مُردہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اصل زندگی تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور پھر خدا تعالیٰ کی دین اور عطا کے نتیجہ میں اصلی زندگی محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام آپؐ کی عزت آپ کی عظمت اور جو آپ نے فیصلے فرمائے ہیں۔ ان کا قیام اہم ہے اس کے لئے ساری دنیا مرجائے، سارے مسلمانوں کو قربان ہونا پڑے تو ہو جائیں۔ لیکن جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ غنا کا جذبہ بھی اللہ تعالیٰ ہی اپنے عاجز بندوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ جس طرح خدا تعالیٰ غنی ہے۔ ان کو بھی وہ غنی بنا دیتا ہے نہ پیسے کی پرواہ اور محبت اور نہ ہی دنیا کی کسی وجاہت کی محبت ان کے دل میں باقی رہتی ہے وہ تو اپنے وجود سے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔

تو کہیں غلطی کر کے کوئی شخص نقصان نہ اٹھائے!!! کوئی یہ نہ سمجھے کہ شاید یہ فروتنی اور عاجزی کہیں کمزوری کا نتیجہ ہے۔ کمزوری کہیں نہیں، کمزوری تو اس شخص میں ہو جس کی اپنی کوئی طاقت بھی ہو۔ جس کی اپنی کوئی طاقت ہی نہیں اس کی کمزوری کیسی!! اُس نے جو کچھ بھی لیا ہے، اُس نے جو کچھ بھی لینا ہے بہر حال آسمان سے لینا ہے اور آسمانی طاقت کے مقابلہ میں آپ زمین کی کون سی طاقت کو لا کر کھڑا کر دیں گے!!!۔

پس اپنے خدا سے ڈرتے ڈرتے اپنی زندگی کے دن گزاریں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ جو نظام بھی قائم کرتا ہے اس کی پابندی کو اپنی خوش قسمتی سمجھیں کیونکہ اس میں برکت ہے۔ یہ برکت محض زبانی دعویٰ نہیں خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت ہمیں بتا رہی ہے کہ اسی میں برکت ہے۔ ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کے لئے آپ نے کتنے پیسے دیئے تھے؟ ایک لاکھ!!! جتنے روپے آپ نے پہلے سال حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دیئے تھے اس سے کہیں زیادہ آدمی اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی گود میں لا ڈالے ہیں۔

پس جو فرائض ہیں وہ ادا کرتے چلے جائیں جو خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں وہ آپ کے حق میں

پورے ہوتے چلے جائیں گے۔ خدا تعالیٰ کے سامنے اباء و استکبار اور بغاوت اور فسوق کا طریقہ ہرگز اختیار نہ کریں۔ اور نہ ہی اس کے سلسلہ کے سامنے۔ بڑے بڑے تعلّی کرنے والے پیدا ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے قہر نے انہیں مسل کر رکھ دیا۔ اور ان کا نام ونشان مٹا دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ بڑا لمبا تھا۔ بیرونی فتنے تو تھے ہی وقفہ وقفہ کے بعد اندرونی فتنے بھی سر اٹھاتے رہے لیکن وہ فتنہ پرداز کہاں ہیں؟ اور جماعت کا قدم کہاں تک جا پہنچا ہے کبھی دیکھا تو کرو!!! وہ ناکامی نامرادی کے اندھیروں میں گم ہو گئے اور جماعت کے قدم آسمان فتح ونصرت کے ستاروں پر پڑنے لگ گئے۔

تو خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن کر زندگی کے دن گزاریں اور جو ذمہ داریاں آپ پر بحیثیت ایک احمدی کے عائد ہوتی ہیں۔ انہیں پورا کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ دعا کرتے رہیں کہ اے خدا! ہم سے غفلت ہو جائے تو معاف کر دے اور ہمیں خود اپنے فضل سے توفیق دے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھا سکیں۔ کیونکہ اگر تو اپنے فضل سے ہمیں توفیق نہ دے گا۔ تو ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ان ذمہ داریوں کو نبھا سکیں جو تو نے ہم پر عائد کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ بھی ہو اور آپ کے ساتھ بھی ہو۔ آمین۔

(مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱؍دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۵)

☆......☆......☆